وہی قاتل وہی شاہد وہی منصف ٹھہرے

سردار محمد

سید سجاد علی شاہ سابق چیف جسٹس آف پاکستان کی Auto Biography پڑھ رہا تھا۔ آپ بار بار "Influence of Judiciary" اور Rule of Law کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر روز اخبارات میں پولیس ایکٹ 2001 کا ذکر بھی ہوتا ہے۔ دونوں کو ملا کر عجیب تصور ذہن میں ابھرتا ہے۔ مسٹر جسٹس ظلہ اور جسٹس نسیم حسن شاہ نے ملکر مجسٹریٹ کے اختیارات مقدمات سننے کے دیکر ظاہر کیا کہ اب جوڈیشری Independent ہو گئی ہے حالانکہ یہ انکا ایک مفروضہ ہے۔ اب سول جج نہ ہی دیوانی مقدمات پر توجہ دے رہے ہیں نہ ہی فوجداری مقدمات کے فیصلے ہو رہے ہیں۔ رشوت ہے کہ روز کا معمول بن چکی ہے۔ نہ ہی ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے جج صاحبان نے ہائی کورٹ رولز اینڈ آرڈر کا ملاحظہ کیا ہے۔

مجسٹریٹ کے جملہ اختیارات کیلئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سفارش کرتا تھا جب ڈیپارٹمنٹل امتحان مجسٹریٹ پاس کر لیتا تھا اور دو سال سروس ہو چکی ہوتی تھی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی سفارش کے بعد سیشن جج سفارش کرتا تھا اور کمشنر کرتا تھا پھر ہائی کورٹ کی چھ سینئر ججوں کی کمیٹی ریکارڈ ملاحظہ کر کے فرسٹ کلاس پاور منظور یا نامنظور کرتی تھی۔ اس کے بعد ہوم ڈیپارٹمنٹ اختیارات کی نوٹیفکیشن کرتی تھی۔ 6 سال ملازمت کے بعد دفعہ 30 کے اختیارات ملنے کیلئے مذکورہ بالا طریقہ اختیار کیا جاتا تھا اور 10 سال کے بعد اے ڈی ایم کے اختیارات مجسٹریٹ کو ملتے تھے۔ اسی چینل کو عبور کرنے کے بعد یہی طریقہ بار کراس کرنے کا تھا۔ ہر مجسٹریٹ کی ACR بھی ڈی سی سیشن کمشنر جج کمشنر اور ہائی کورٹ کی کمیٹی ہر سال کرتی تھی۔ ہائی کورٹ اختیار غلط استعمال کرنے کی صورت میں واپس بھی لے سکتی تھی۔ اس طریقہ سے ہر مجسٹریٹ ہائی کورٹ کے بھی اسی طرح ماتحت تھا جس طرح ڈپٹی کمشنر اور کمشنر کے ماتحت ہوتا تھا۔

جسٹس ظلہ صاحب اور جسٹس نسیم حسن شاہ کو کیا سوجھی کہ مجسٹریٹ کے اختیار اگر سول ججوں کو دے دیئے جائیں تو پھر جوڈیشری انڈیپنڈنٹ ہو گی۔ سیاستدان ہوشیار ہوتے ہیں۔ انہوں نے ہائی کورٹ کی بات مان لی اور ساتھ ہی اپنے چھوٹے بھائیوں، داماودں اور بیٹوں کو جو وکالت کی ڈگری لئے ہوئے تھے لیکن وکالت چلتی نہیں تھی ایڈیشنل سیشن جج بھرتی کروا کر جوڈیشری پر بھی قبضہ کر لیا۔ اب وہی ایڈیشنل سیشن جج ترقی کر کے سیشن جج ہو گئے ہیں اور کچھ ہائی کورٹ کے جج بھی بن گئے ہیں۔ سول جج جو مقابلہ کا امتحان دیکر سلیکٹ ہوئے تھے وہ روتے پھر رہے ہیں، انکی ترقی نہیں ہوتی۔ جب کسی کے ترقی کے مواقع چھین لیے جائیں تو وہ رشوت کی طرف مائل ہو گا جس کا نتیجہ قوم بھگت رہی ہے۔ پھر "Speedy Courts" اور دہشت گردی کی عدالتوں کا نظام آیا ہے۔ وکیل رشتہ داروں کو ہی یہ عہدے دیئے جاتے ہیں جو سول سروس کی ethics سے ناآشنا ہیں۔

چاہئے تو یہ تھا کہ سیشن جج کو مضبوط کیا جاتا اور ہر قسم کی عدالت سیشن جج کے ماتحت ہوتی البتہ مقدمات کی Pendency کے مطابق ایڈیشنل سیشن جج رکھے جاتے جو سول ججوں کو جو مقابلہ کے امتحان پاس کر کے قابلیت کی بنا پر بھرتی ہوئے تھے انکو ترقی دی جاتی۔ جس نے محنت سے اور قابلیت سے کوئی مقام حاصل کیا ہوتا ہے اسکو اسکی قدر بھی ہوتی ہے۔ جو سفارش اور رشتہ دار کے زعم سے بھرتی ہوا ہو، وہ کرپشن نہیں کریگا تو کیا کریگا۔ خدا کیلئے یہ وکلا رشتہ داروں کی سلیکشن بند کریں اور سول ججوں کو سول کا کام ہی کرنے دیں اور یہ Judicial Exective کی تفریق ختم کریں۔ فوجی حکومت سے توقع یہ تھی کہ یہ تفریق ختم کر دینگے لیکن پولیس والوں نے معین الدین حیدر صاحب کو باور کرایا کہ "Independce of Judiciary" کے جھمیلے میں نہ پڑیں پولیس ایکٹ 1861ء میں ترمیم کر کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے اختیار سپرنٹنڈنٹ پولیس کو دے دیں۔ چنانچہ موجودہ پولیس ایکٹ 2001ء کا مسودہ جو تیار کیا گیا ہے، اس میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ایگزیکٹو مجسٹریٹ کے اختیار اے۔ ایس۔ پی اور سپرنٹنڈنٹ پولیس کو دیئے گئے ہیں اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور کمشنر کا عہدہ بھی ختم کر دیا گیا۔

145 ضابطہ فوجداری کے تحت جب کسی پراپرٹی کا جھگڑا ہوتا تھا تو مجسٹریٹ یا تو پراپرٹی کو سیل کر کے یا فیصلہ دیکر اس جھگڑے کو نپٹاتا تھا اور انسانی جان تلف ہونے سے بچاتا تھا اب وہ اختیارات اے ایس پی کے پاس ہونگے یعنی وہ فیکٹری یا مکان کے سیل کرنے کے بھی اختیار پولیس ایکٹ کے تحت دے دیئے گئے ہیں اسی طرح کسی مکان، دکان میں داخل ہونے کیلئے 103 ضابطہ فوجداری کے تحت مجسٹریٹ سے وارنٹ حاصل کئے جاتے تھے۔ اب پولیس کو اختیار دے دیا گیا ہے کہ وہ کسی جگہ بھی داخل ہو کر تلاشی لے سکتا ہے۔

لا اینڈ آرڈر صوبائی مسئلہ ہے پولیس کو صوبائی اختیارات جب دے دیئے جائیں گے تو لاء اینڈ آرڈر کا ذمہ دار کون ہو گا۔ بڑے ضلعوں میں 4 یا اس سے زیادہ انسپکٹر جنرل پولیس بنانے سے کتنا خرچ بڑھے گا۔ کیا قرضوں تلے دبا ہوا ملک اس خرچ کو برداشت کر سکے گا۔

حکومت کا فنانس کا محکمہ پوسٹ سینکشن کرتا ہے۔ یہ اگر اختیار پولیس کو دے دیئے جائیں تو فنانشل کنٹرول کیسے ہو گا اور خرچہ کہاں سے آئے گا۔ اس وقت ملک میں پولیس والے ملکر ڈاکوؤں کی سرپرستی کر رہے ہیں۔ پولیس کی وردی میں ڈاکو گرفتار بھی ہوئے ہیں۔ اس وقت شنید ہے کہ 99 ارب کا خرچہ پولیس نے مانگا ہے اور اس بجٹ میں ایک ارب روپیہ پولیس کی مد میں وزیر خزانہ نے رکھ دیا ہے۔ بھارت اسلحہ اکٹھا کر رہا ہے، امریکہ بھارت کی نیوی، ائر فورس، لینڈ فورسز، ٹینک میزائل امریکہ اور روس سے اکٹھے کر رہا ہے کتنے افسوس کی بات ہے پاکستان کی نیوی، ائر فورس جو نہایت کمزور ہے، مضبوط بنانے کیلئے

سردار محمد اسلم سکھیرا

بجٹ میں کوئی اضافی فنڈ نہیں رکھے گئے جس کی اشد ضرورت ہے اس کی بجائے پولیس کے فنڈ ایک ارب بڑھا دیئے گئے ہیں۔ پاکستان کے ڈیفنس کی ضرورت ہے یا پولیس پر پیسہ ضائع کرنے کی ضرورت ہے۔

اب چیف ایگزیکٹو جنرل مشرف صاحب صدر بھی بن گئے ہیں انہیں مبارک ہو اور بردباری سے کام لیتے ہوئے نچلی سطح کے پروگرام اور پولیس اصلاحات کو فی الحال ردی کی ٹوکری میں پھینک دیں۔ نہ ہی پولیس اصلاحات اور نہ ہی نچلی سطح کیلئے ایک مقروض ملک جو دیوالیہ ہونے تک پہنچ چکا ہے وہ ان اصلاحات کا خرچہ برداشت کر سکتا ہے اور نہ ہی خلق خدا کو اسکی کوئی افادیت نظر آتی ہے۔ چیف جسٹس پاکستان سے بھی درخواست ہے کہ یہ پولیس کے اختیارات Influence of Judiciary اور Rule of Law اور انسانی حقوق سے متصادم ہیں وہ بھی اپنا حصہ ان تجاویز کو ختم کرنے میں ڈالیں اور ملک کو پولیس اسٹیٹ نہ بننے دیں اور پرانا نظام بحال کرائیں۔

وہی قاتل وہی شاہد وہی منصف ٹھہرے
اقربا میرے کریں خون کا دعویٰ کس پر